حافظ مبشر حسین لاہوری☆

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ ومسلک

اور ان کے عقیدت مندوں کی غلوکاریاں

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ علمی مرتبہ، تقویٰ وللّٰہیت اور تزکیۂ نفس کے حوالہ سے شیخ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت واحترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔ مگر شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے فرطِ عقیدت میں شیخ کی خدمات وتعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کر رکھا ہے جو نہ صرف قرآن وسنت کے صریح منافی ہے بلکہ خود شیخ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلوکاریاں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء ومشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہرحال ایک دینی واصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ مضمون لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہو جائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ

مضمون ہذا کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شیخ جیلانیؒ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں شیخ کے عقائد ونظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے حصہ میں ان غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔

① شیخ کے سوانح حیات

ابتدائی حالاتِ زندگی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۴۳۹/۲۰)، (البدایہ والنہایہ: ۲۵۲/۱۲)، (فوات الوفیات: ۳۷۳/۲)، (شذرات

☆ ریسرچ سکالر مجلس التحقیق الاسلامی ماڈل ٹاؤن، لاہور

الذہب:۴۰/۱۹۸)، علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب 'امامِ حنابلہ' ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب:۱/۲۹۱)

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ بن علیؓ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقولِ بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ایضاً) اور

''جیلان یا گیلان (کیلان) کو ویلم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین 'تالیس' واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراقِ عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندان کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحرِ قزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔'' (دائرۃ المعارف:۱۱/۶۲۱ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت:۱/۱۹۷)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم وتربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

''آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔''

(اردو دائرۃ المعارف:۱۲/۹۲۹)

امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نوجوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (سیر ایضاً)

علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جاکر علم میں مشغول ہوجاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرونِ خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:

''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔'' (نفحات الانس ص:۵۸۷، از نورالدین جامی بحوالہ دائرۃ المعارف، ایضاً)

شیوخ وتلامذہ

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے:

''قاضی ابوسعد مخرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ'' (سِیَر: ۴۴۰/۲۰)

جبکہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

(دائرۃ المعارف، اُردو: ۶۳۰/۱۱)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

''ابوسعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابوہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ'' (ایضاً)

شیخ کی اولاد

امام ذہبیؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''ولد لأبي تسعة وأربعون ولدا سبعة وعشرون ذكرا والباقي أناث'' (سیر: ۴۴۷/۲۰ نیز دیکھئے: فوات الوفیات: ۳۷۴/۲)

''میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔''

شیخ کا حلقہ درس

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی حلقہ بن گیا۔ حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراء ووزرا اور بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقہ وعظ ونصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ ونصیحت کا یہ

سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔ (سیر: ۴۴۱/۲۰)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلیؒ سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کردیا۔ اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔'' (البدایہ والنہایہ: ۲۵۲/۱۲)

شیخ کی وفات: امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔'' (سیر: ۴۵۰/۲۰)

تالیفات وتصنیفات

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ ومبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کرکے آپ کی طرف منسوب کررکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں:

1. **غنیة الطالبین:** اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: الغنية لطالبي طريق الحق یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار ونظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردّد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب 'کشف الظنون' میں رقم طراز ہیں کہ ''الغنية لطالبي طريق الحق للشيخ عبد القادر الكيلاني الحسني المتوفى سنة ٥٦١ هـ إحدى وستين وخمس مائة'' (ص: ۱۲۱۱/۲)

''غنیة الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ:۲۵۲/۱۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (ج۵/ص۱۵) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

❷ **فتوح الغیب**: یہ کتاب شیخ کے ۷۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

''شیخ عبدالقادرؒ نے غنیة الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی درج کردی ہیں۔'' (البدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون :۱۲۴۰/۲)

❸ **الفتح الرباني والفيض الرحماني**: یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (دیکھئے: الأعلام از زرکلی:۴۷/۴)

❹ **الفیوضات الربانية فی المآثر والأوراد القادرية**: اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کیے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الاعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمٰعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف واَوراد اور بدعات وخرافات پر مبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

❺ **الأوراد القادرية**: یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پر مبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کرکے شیخ کی طرف منسوب کردیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶) بشائر الخيرات	(۷) تحفة المتقين وسبيل العارفين
(۸) الرسالة القادرية	(۹) حزب الرجا والانتهاء
(۱۰) الرسالة الغوثية	(۱۱) الكبريت الأحمر في الصلاة على النبيؐ
(۱۲) مراتب الوجود	(۱۳) يواقيت الحكم

(۱۴)معراج لطيف المعاني

(۱۵)سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج إليه الأبرار

(۱۶)جلاء الخاطر فی الباطن والظاهر

(۱۷)آداب السلوک والتوصل إلى منازل الملوک

شیخ کی مندرجہ تصنیفات وتالیفات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجم المؤلفین: ۳۰۷/۵، دائرۃ المعارف اردو: ۹۳۲/۱۱، ہدیۃ العارفین: ۵۹۶/۱، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ

❷ شیخ کے عقائد ونظریات اور تعلیمات

شیخ کی ذاتی تصنیفات کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو اہل السنۃ کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ آپ خود اپنے عقیدہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ ''اعتقادنا اعتقاد السلف الصالح والصحابة'' (سیر اعلام النبلاء: ۴۴۲/۲۰) ''ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا ہے۔'' بلکہ شیخ دوسروں کو بھی سلف صالحین کا عقیدہ ومذہب اختیار کرنے کی اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ

''عليكم بالاتباع من غير ابتداع، عليكم بمذهب السلف الصالح امشوا في الجادة المستقيمة'' ''تمہیں چاہیے کہ (کتاب وسنت کی) اتباع اختیار کرو اور بدعات کا ارتکاب نہ کرو اور تمہیں چاہیے کہ سلف صالحین کے مذہب کو اختیار کرو اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر تمہیں گامزن رہنا چاہیے۔'' (الفتح الربانی: المجلس العاشر ص ۳۵)

نیز فرماتے ہیں کہ ''فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سنه رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله'' ''مومن کو چاہیے کہ سنت اور سنت پر چلنے والی جماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ ہے جسے رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور جماعت وہ ہے جس پر اللہ کے رسول کے صحابہ کا اتفاق رہا۔'' (الغنية: ۱۶۵/۱)

شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات کی مزید معرفت کے لئے ہم ان کی مختلف کتابوں سے ان کے عقائد ونظریات کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

ایمان کے بارے میں

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقِ ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

"ونعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان ويقوي بالعلم ويضعف بالجهل وبالتوفيق يقع" (الغنية:۱/۱۳۵)

''ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔''

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

"الايمان قول وعمل لأن القول دعوى والعمل هو البينة والقول صورة والعمل روحها" (ص۱۴، ایضاً)

''ایمان قول وعمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔''

توحید کے بارے میں

توحیدِ ربوبیت واُلوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

"النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهي مفتقرة له بالعبودية" (فتح الغیب: ص۲۱)

''انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے ربّ کا مطیع ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ ہی اس کے خالق ومالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔''

نیز فرماتے ہیں کہ

"الذي يجب على من يريد الدخول في ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله الا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالى" (الغنية:۱/۱۳)

''جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا

اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلانِ برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔"

اسماء وصفات کے بارے میں

اسماء وصفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ولا نخرج عن الکتاب والسنة نقرأ الأیة والخبر ونؤمن بما فیھما ونکل الکیفیة الی علم اللہ عزوجل" (ایضاً:۱/۱۲۵)

"(اسماء وصفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب وسنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ وحقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔"

اسماء وصفات کے حوالہ سے اہل السنۃ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جابجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فرقِ ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً:۱/۱۲۵ تا ۱۴۰)

قرآن مجید کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ونعتقد أن القرآن کلام اللہ وکتابه وخطابه ووحیه الذي نزل به جبریل علی رسول اللہ......" (الغنـیـة:۱/۱۲۷)

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ویعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن هاشم رسول اللہ وسید المرسلین وخاتم النبیین علیهم السلام" (الغنـیـة: ایضاً)

"تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں کے سردار اور خاتم النّبیین یعنی آخری رسول ہیں۔"

آخرت کے بارے میں

شیخ آخرت کے بارے میں لکھتے ہیں

"ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال الله......" "روزِ آخرت قبروں سے جی اُٹھنے اور حشر ونشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔" (الغنیۃ:۱/۱۴۶)

علاوہ ازیں عذابِ قبر، پل صراط، حوضِ کوثر، جنت وجہنم، میزان وشفاعتِ کبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غنیۃ میں وہی عقائد رقم کیے ہیں جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں۔

ردِّ شرک وبدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات

شیخ جیلانیؒ توحید کے زبردست حامی اور شرک وبدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

① "أن يمد يديه ويحمد الله ويصلي على النبي ﷺ ثم يسأل الله حاجته"
"انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد وثنا کرے، محمدؐ پر درود وسلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔" (الغنیۃ:۱/۹۲)

② "ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله وإلا ليصمت" (الغنیۃ: ایضاً) "آباء واجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہٰذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ کی قسم کھائی جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔"

③ " وإذا زار قبرا لا يضع يدًا عليه ولا يُقَبِّله فإنه عادة اليهود ولا يقعد عليه ولا يتكأ إليه ...... ثم يسأل الله حاجته" (الغنیۃ:۱/۹۱)
شیخ آدابِ قبور کی مسنون دعا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ
"جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہودی کی علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو"

④ "وتكره الطِيَرَةُ ولا بأس بالتفاؤل" (ایضاً) "بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔" بلکہ بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔'' (الغنیۃ:۱/۹۶)

⑤ "اتبعوا ولا تبتدعوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطیعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشرکوا وحدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا، سلوه ولا تسئلوا غیره استعینوا به ولا تستعینوا بغیره توکلوا علیه ولا تتوکلوا علی غیره" (الفتح الربانی:ص ۱۵۱)

''سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل واعتماد کرو اس کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔''

⑥ شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ''اے ہمارے ربّ! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض وسما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض وسما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے ربّ! ہمارے گناہ معاف فرمادے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت وبیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔'' (الغنیۃ :۱/۹۶)

⑦ ''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا......'' (فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص ۸۹)

قبولیتِ عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں: "إذا عملت هذه الأعمالَ......وإصابة السنة" (الفتح الربانی:ص ۱۰)

''تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اِخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔''

خلاصۂ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم ازکم یہ اندازہ ضرور ہوجاتا ہے کہ شیخ جیلانی

''جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔'' (الغنیۃ:۹۶/۱)

⑤ "اتبعوا ولا تبتدعوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطیعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشرکوا وحدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا، سلوه ولا تسئلوا غیره استعینوا به ولا تستعینوا بغیره توکلوا علیه ولا تتوکلوا علی غیره" (الفتح الربانی:ص ۱۵۱)

''سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل واعتماد کرو اس کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔''

⑥ شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ''اے ہمارے ربّ! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض وسما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض وسما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے ربّ! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔'' (الغنیۃ :۹۶/۱)

⑦ ''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا......'' (فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص ۸۹)

قبولیتِ عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں: "إذا عملت هذه الأعمالَ......وإصابة السنة" (الفتح الربانی:ص ۱۰)

''تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اِخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔''

خلاصۂ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوجاتا ہے کہ شیخ جیلانی

① ”وينبغي للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورآة رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا احمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه“

(الغنية: ج۲،ص۲۰۰)

”امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے اوجھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔“

② ”وروى أمامنا أبوعبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له بإسناده عن أبي موسىٰ الأشعري......“ (ایضاً: ص۲۰۳)

”ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت کیا ہے......“

③ ”قال الإمام أبوعبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله وأَمَاتَنَا على مذهبه أصلا وفرعا وحَشَرُنا في زمرته......“ (ایضاً)

”امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد و فروعی مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روزِ محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اُٹھائے......“

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ:۱۰۹) مگر مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قولِ امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے تعارض کی صورت میں آپ حدیثِ نبوی ہی کو ترجیح و فوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ موصوف غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں کہ

”ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وأفعالهم) بل إلى ما روى عن الرسولﷺ

والاعتماد عليه حتى يدخل العبد فى حالة ينفرد بها عن غيره" (ج۲/ص۱۴۹)

"صالحین (علماء ومشائخ) کے افعال واعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز ومنفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔" (پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰ کی وجہ سے ہے ناکہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد وتصوف

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیا (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیا کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (دیکھئے: تاریخِ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص۱۴۳ تا ۵۲۰) البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلافِ شرع اُمور بھی پائے جاتے ہیں (مثلاً دیکھئے: شریعت وطریقت از عبدالرحمٰن کیلانی: ص۱۵۶، ۲۱۸ تا ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۴ تا ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰ وغیرہ) البتہ ان خلافِ شرع امور کا تعلق عقائد وایمانیات کی بجائے عبادات ومعاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ خیرالقرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بُعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ 'صوفی' بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ (دیکھیے :شریعت وطریقت:ص۱۱۷ نیز مجموع الفتاویٰ:۶/۱۱) اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم ہوکر رہ گئیں۔ گویا متقدمین کے ہاں لفظ

صوفی دراصل زاہد و عابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی "ازهد☆ في الدنيا يحبك الله" دنیا سے بے رغبتی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔" (صحیح ابن ماجہ: ۳۳۱۰) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد و عباد ہی تھے، کے طرزِ عمل، طریقۂ عبادت اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدفِ تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرزِ زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب و سنت کے عالم باعمل اور دین و شریعت کے اَسرار و رموز سے کماحقہ واقف تھے۔ تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات ومعاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کردی گئی ہے۔ یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین شریعت کے متوازی دین 'طریقت' ایجاد کرلیا جو نہ صرف عبادات و معاملات میں دین و شریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد ونظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی و یونانی فلسفہ تصوف کو اسلام میں درآمد کرلیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدۃ الوجود جیسے شرکیہ فلسفہ تصوف کے حق و اثبات میں قرآن و سنت سے غلط و بے جا استشہاد کرنے لگے......!!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔ (دیکھئے: ج ۲/ص ۲۶۹ تا ۳۳۶) جو دراصل زہد و تقویٰ سے متعلقہ تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آدابِ معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ ہم واضح کر

☆ لیکن اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرے جمالئے جائیں اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کی بجائے الگ تھلگ کٹیا بنا کر اپنا ماتھے کی محراب چوڑی کی جاتی رہے...... بلکہ اگر زہد کا یہی معنی ہوتا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کم ازکم ایسا ضرور کرتے مگر ان کا طرزِ عمل زہد کے اس تصور کی مکمل نفی کرتے ہوئے زہد کا یہ حقیقی تصور اُجاگر کرتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا ہی کو مقصودِ اصلی سمجھنے کی بجائے اسے ضرورت کی جا سمجھا جائے اور ضرورت ہی کی حد تک اس سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھ دیگر انسانوں کی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد وتقوی ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیا کے عقائد ونظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ 'شیخ کے عقائد ونظریات' کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جاچکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانیؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہوچکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کرلی تھی۔''

(اخبار الاخیار ص۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو: ج۱۲/ص۹۳۴)

علاوہ ازیں دائرہ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''شیخ عبدالقادر تصوف میں پُراسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔'' (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

''وهو بجهة العلو مستو على العرش...... والله تعالىٰ على العرش...... وهو باين من خلقه ولا يخلو من علمه مكان ولا يجوز وصفه بأنه في كل مكان بل يقال أنه في السماء على العرش......''

اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے...... اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے...... اور وہ مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ:۵) ''رحمٰن، عرش پر مستوی ہے۔'' (الغنیة:۱/۱۲۱تا۱۲۴)

یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

شیخ کی کرامات

جب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت کام ظاہر ہوتو اسے معجزہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا، حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہوجانا، نبی اکرمؐ کے لئے چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کسی نیک صالح مؤمن کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت چیز ظاہر ہوتو اسے کرامت کہا جاتا ہے جیسے حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا (آلِ عمران:۳۷)، بعض صحابہ کے لئے اندھیرے میں عصا کا روشن ہونا وغیرہ البتہ معجزہ اور کرامت کے حوالہ سے یہ باتیں یاد رہیں کہ

1. معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے۔
2. جس طرح کوئی ولی، کسی نبی کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کسی ولی کی کرامت کسی نبی کے معجزے کے مساوی نہیں ہوسکتی۔ (النبوات لابن تیمیہؒ: ص۱۰۹ تا ۱۱۶)
3. معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء و اولیا کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے الاسراء:۹۰ تا ۹۳)
4. نبی کے معجزے سے اِنکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کو تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور ردّ بھی۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ:۱۱/۲۰۸)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امرِ مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دو طرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کرکے تسلیم کرلیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہئے۔ البتہ

شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدمِ اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

"قلت ليس في كبار المشائخ من له أحوال وكرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيرا منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة"

(سیر: ج۲۰/ص۴۵۰)

''میں کہتا ہوں کہ کبار اولیاء و مشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانیؒ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔''

کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ (ج۱۲/ص۲۵۲) میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق درج ذیل ہیں:

❁ شیخ جیلانی کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطنوفی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانی کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطنوفی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (دیکھئے الاعلام: ۱۸۸/۵، کشف الظنون: ۲۵۷/۱) جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

شطنوفی شیخ جیلانی کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ جیلانیؒ کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطنوفی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطنوفی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطورِ مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"ذكر فيه غرائب وعجائب وطعن الناس في كثير من حكايات وأسانيده فيه"

”شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔“ (الدرالکامنہ:۱۴۲/۳)

② ابن الوردی اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

”إن في البهجة أمور لا تصح ومبالغات في شان الشيخ عبدالقادر لا تليق إلا بالربوبية“ (کشف الظنون:۲۵۷/۱)

” بهجة الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔“

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

”قد جمع المقرئ أبوالحسن الشطنوفي...... فيه من الرواية عن المجهولين ...... إن الشطنوفي نفسه كان متهما فيما يحكيه في هذا الكتاب بعينه“

(ذیل الطبقات لابن رجب:۲۹۳/۱)

”شطنوفی نے شیخ جیلانیؒ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کرسکوں کیونکہ اوّل تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب وافترا اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانیؒ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانیؒ کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطنوفی نے اپنی اس کتاب بهجة الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطنوفی مُتَّـهَم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔“

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بهجة الأسرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہوجاتی ہے، تاہم سردست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل

کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان ائمہ نقاد کے بارے میں علمی وتحقیقی جواب دینے کی بجائے اسطرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

"وأني لغبي جاهل حاسد ضيع عمره في فهم ما في السطور وقنع بذلك عن تزكية النفس وإقبالها على الله أن يفهم ما يعطى الله (سبحانه و تعالیٰ) أولياء ه من التصريف في الدنيا و الآخرة"

"اس کندہ نا تراش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بهجة الأسرار کی عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کر دی اور تزکیۂ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف واختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔"

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے بهجة الأسرار پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار ونظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ ومسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہیے......!

❀ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع ومستقل کتاب قلائد الجواهر ہے جسے محمد بن یحیٰی القاذفی (۹۶۳م، دیکھئے الاعلام: ۱۱/۸) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت بهجة الأسرار سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات تو بهجة ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرضِ اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری ہے، صاحبِ کتاب رقمطراز ہیں کہ

"سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ بغداد کی نظر سے آپؒ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو 'سلام علیک' کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت

نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جائے نماز دکھائی دی اور تختِ سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہوکر بچھ گئی۔ یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے چاندی سے مرصع تھی۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں ﴿الاَ اِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ اور دوسری سطر میں اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہوگئے...... سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو 'آمین' کہتے سنا۔ جب آپ دعا ختم کرچکے تو پھر ہم نے یہ ندا سنی أبشر فإني قد استجبت لک ''تم خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی......'' (قلائد الجواہر ترجمہ محمد عبدالستار قادری: ص۸۸،۸۹)

شیخ کی طرف منسوب اس کرامت کے اِمکان یا عدم اور اس کے حضرت سلیمانؑ کی مقبول دعا (صٓ:۳۵) کے منافی ہونے سے بھی قطع نظر اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری شیخ جیلانیؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے یعنی ۲۸۳ھ میں فوت ہوچکے تھے۔ (الاعلام: ۲۱۰/۳) جبکہ شیخ جیلانیؒ ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اب تستری اور شیخ جیلانی کا یہ درمیانی دوسو سالہ وقفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تستری کی شیخ سے کسی طرح بھی ملاقات ثابت نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تستری کو وفات کے بعد شیخ جیلانی کا دیدار نصیب کروادیا......!!

اس پر طرہ یہ کہ 'قلائد' کے مترجم اور قلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی 'سیرت غوث الثقلین': ص۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جارہے ہیں اور ان 'محققین' کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے تکی باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل وبصیرت کو بھی استعمال کرلیں!!

❀ شیخ کے حالات وکرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہوچکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد

واقعات وکرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدرجہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جاسکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں تراجم کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبیؒ، الطبقات الکبریٰ از شعرانی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق ازبس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانی پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مندان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کل' و 'مالک ِملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیا کو بھی حاصل نہیں۔ (دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

شیخ کے بعض تفردات

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل ومناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب ویابس ملے، اسے بلاتحقیق سپردِ قلم کردیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیر مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی وفکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی ونظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کے فضائل ومناقب اور علمی وجاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی وفکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنا لیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت ودیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کررہے ہیں۔

شیخ کے عقائد ونظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو نکتہ نظر ہے وہ تو اوپر

بیان ہو چکا، تاہم شیخ الاسلام کے شاگردِ رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

"وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشان وعليه مآخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعد وبعض ذلک مكذوب عليه" (سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۵۱)

"حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مؤاخذہ اور محل نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔"

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات و فرمودات ہیں جو محل نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی کئی چیزیں سامنے آجائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گذرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے غنیة الطالبین پر اپنے حواشی میں کردی ہے جو زیر طبع ہے۔ جبکہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

1. شیخ غنیة الطالبین میں فرماتے ہیں کہ

"قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار وأنبت الأشجار، اسم من عَمَّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوک فی الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد" (ج۱/ص۲۲۶)

"کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنہیں اَبدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے

ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روزِ قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف وکرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (نیز دیکھئے: الغنیة مترجم ازشمس بریلوی: ص ۲۵۰)

مذکورہ اقتباس میں اَوتاد واَقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جونکتہ نظر پیش کیا ہے، اس کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شرکیہ آمیزش بآسانی دور ہو سکے، سے راقم قاصر ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کرسکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، ابن رجبؒ وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر نے شیخ کے اہل السنة اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کردیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتبِ احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہوسکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہیے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔ اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیا کے ہاں ابدال واقطاب کی اصطلاحات زہاد وعباد کے محض درجاتِ تفاوت کے لیے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیا نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، اَبدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کردیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف اُمور کا مختار ونگران بنایا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعات حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں اَبدال واَوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیا سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہوگیا۔ واللہ اعلم!

2. شیخ فرماتے ہیں کہ '' ونؤمن بأن المیت یعرف من یزورہ إذ اتاہ وآکدہ یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس'' (غنیة الطالبین: ۱/۱۴۲)

”ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہچانتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔“ (الغنیة مترجم شمس بریلوی: ص ۱۶۵)

3. اللهم إني أتوجه إليک بنبيک عليه سلامک نبي الرحمة يا رسول الله! إني أتوجه بک إلی ربی ليغفرلي ذنوبي اللهم إنی أسئالک بحقه أن تغفرلي وترحمني......“ (الغنية: ج۱/ص ۳۶)

”یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرمادے۔ یا اللہ! میں تیری نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔“

4. اسی طرح شیخ نے الغنیة (ج۱/ص ۳۱۷ تا ۳۳۵) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے الموضوعات: ۲/۲۰۵، تنزیہ الشریعہ: ۲/۱۶۱ اور اللآلی المصنوعة: ص ۱۱۷

5. اسی طرح شیخ نے غنیة الطالبین (ج۲/ص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطورِ استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے تفرد کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کردی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق و تطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء و مشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس نصیحت کو بھی مدنظر رکھیں:

”وكثير من مجتهدي السلف قالوا وفعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنها بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وأما الآيات فهموا منها ما لم يرد منها وأما

لرأي رأوه وفي المسألة نصوص لم تبلغهم وإذا اتقى الرجل ربه ما استطاع دخل في قوله تعالى: ﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا﴾ وفي الصحيح (مسلم؛ ١٢٦) أن الله قال: قد فعلت" (مجموع الفتاویٰ:۱۹/۱۹۱)

''سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال وافعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں۔یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہوسکتی تھی)۔بہر حال جب کوئی شخص حتیٰ المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمانِ خداوندی میں شامل ہے:''اے ہمارے ربّ! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔''

③ شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیا دین

① شیخ جیلانیؒ کو 'غوثِ اعظم' کہنا

نفس مسئلہ پر بحث سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ 'غوثِ اعظم' کے معنی و مفہوم پر ذرا غور کرلیا جائے۔ 'غوث' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے 'مدد'۔ اگر اسے مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا معنی ہے 'مدد کرنا' البتہ مدد کرنے والے کو 'غائث' (بروزن فاعل) کہا جائے گا اور مدد مانگنے والے کو 'مستغیث'۔لیکن اگر مصدر کو بطورِ اسم فاعل استعمال کیا جائے تو پھر 'غوث' مددگار کا معنی ادا کرے گا اور شیخ جیلانی کو غوث کہنے والے اس کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔اسی طرح لفظ 'اعظم' بھی عربی زبان میں بطورِ اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے 'سب سے بڑا'۔گویا 'غوثِ اعظم' کا معنی ہوا......'سب سے بڑا مددگار'

سب سے بڑا مددگار کون ہے؟ یہ سوال اگر آپ ایک عام مسلمان سے بھی کریں گے تو

وہ جواباً یہی کہے گا کہ 'اللہ تعالیٰ'...... کیونکہ دین اسلام نے عقیدۂ توحید کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں، نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، صرف وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ وہی خالق، رازق (داتا) اور مالک الملک ہے۔ بطورِ مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (آلِ عمران:۱۲۶)

''اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔''

② ﴿وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ (الاحزاب:۱۸)

''اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں پائیں گے۔''

③ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (البقرہ:۱۰۷)

''اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔''

④ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ (الشوریٰ:۴۶)

''ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔''

⑤ ﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ......﴾ (یونس:۱۰۷)

''اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے جبکہ دیگر بہت سی آیات میں نہ صرف غیر اللہ کو پکارنے، اسے مددگار سمجھنے کی نفی کی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک، ظالم اور عذاب کا مستوجب قرار دیا گیا ہے، مثلاً

① ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (یونس:۱۰۶)

''اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پھر اگر تم نے ایسے کیا (غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

② ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِن دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾ (الاحقاف:۵)

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو تا قیامت اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو ان (پکارنے والوں) کی پکار سے بھی بے خبر ہیں!''

③ ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۱۳)

''پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی (ایسا کر کے) سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔''

ایک شبہ کا ازالہ: کئی سادہ لوح یہاں یہ اعتراض اٹھا دیتے ہیں کہ اگر غیر اللہ (انبیاء و رسل، اولیاء و مشائخ وغیرہ) سے مانگنا شرک ہے تو پھر اولاد، اپنے والدین سے، خاوند اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے، مزدور اپنے مالک، دوست اپنے دوستوں سے اشیائے ضرورت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے سے مدد و تعاون کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اس طرح تو یہ تمام لوگ مشرک ہوئے......؟

یہاں دراصل ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کو مختلط کر کے خلطِ مبحث کیا گیا ہے حالانکہ جن کاموں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے، انہیں خود قرآن مجید کی رو سے شرک قرار نہیں دیا جاسکتا اور مذکورہ بالا تمام مثالوں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے جسے دوسرے لفظوں میں ماتحت الاسباب بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ غیر اللہ سے استمداد اس وقت شرک کے زمرے میں داخل ہے جب ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں ان سے مدد مانگی جائے، اسے ہی مافوق الاسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ سے اگر کوئی اولاد مانگے تو یہ صریح شرک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اولاد عطا کرنے کے ظاہری اسباب موجود نہیں مگر اولیاو مشائخ اور بالخصوص شیخ جیلانی کو غوثِ اعظم کہنے والے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی انہی کے ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور انہیں کُنْ فَيَكُوْنَ کی قدرت سے نواز رکھا ہے! ہمارے اس دعویٰ پر یقین نہ آئے تو پھر شیخ کی طرف منسوب درج ذیل واقعات کا کیا جواب ہے......

1 ”شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوحِ محفوظ میں دیکھا اور اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرما دیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوثِ اعظم ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہِ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا یہاں تو لاؤ اور کپڑا اٹھا کر ارشاد فرمایا یہ دیکھو تو، یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا تھا اور وہ یہی شہاب الدین سہروردی تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔“

(باغِ فردوس معروف بہ گلزارِ رضوی: ص ۲۶ نیز دیکھئے کراماتِ غوث اعظم: ص ۸۱)

اسی واقعہ کے اوپر شیخ جیلانی کے بارے میں یہ شعر لکھا ہے ؎

لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل   مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

2 ”ایک روز ایک عورت حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہِ غوثیت کی پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے مراقبہ فرما کر لوحِ محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو پتہ چلا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دو بیٹوں کے لئے دعا کی۔ بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی کہ اس کے لئے تو لوحِ محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا۔ آپ نے دو بیٹوں کا سوال کر دیا۔ پھر آپ نے تین بیٹوں کے لئے سوال کیا تو پہلے جیسا جواب ملا پھر آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے، یہ بھی بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔“

(کراماتِ غوثِ اعظم از محمد شریف نقشبندی: ص ۸۰، ۸۱)

3 ”حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا ایک خادم انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی آہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور میرا خاوند زندہ ہونا چاہئے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا اور علم باطن سے

دیکھا کہ عزرائیل علیہ السلام اس دن کی تمام ارواح قبضہ میں لے کر آسمان کی طرف جا رہا ہے تو آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا ٹھہر جائیں اور مجھے میرے فلاں خادم کی روح واپس کر دیں تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ارواح کو حکم الٰہی سے قبض کر کے اس کی بارگاہِ الٰہیہ میں پیش کرتا ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس شخص کی روح تجھے دے دوں جس کو بحکم الٰہی قبض کر چکا ہوں۔ آپ نے اصرار کیا مگر ملک الموت نہ مانے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی جس میں اس دن کی ارواح مقبوضہ تھیں۔ پس قوتِ محبوبیت سے ٹوکری ان کے ہاتھ سے چھین لی تو ارواح متفرق ہو کر اپنے اپنے بدنوں میں چلی گئیں۔ عزرائیل علیہ السلام نے اپنے ربّ سے مناجات کی اور عرض کیا: الٰہی تو جانتا ہے جو میرے اور تیرے محبوب کے درمیان گزری، اس نے مجھ سے آج کی تمام مقبوضہ ارواح چھین لیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اے عزرائیل! بے شک غوثِ اعظم میرا محبوب و مطلوب ہے تو نے اسے اس کے خادم کی روح واپس کیوں نہ دے دی۔ اگر ایک روح واپس دے دیتے تو اتنی روحیں ایک روح کے سبب کیوں واپس جاتیں۔" (ایضاً:ص۹۲،۹۳)

یاد رہے کہ مندرجہ واقعات بھی اسی نوعیت کے ہیں جن کے بارے میں 'ہم شیخ کی کرامات' کے ضمن میں واضح کر آئے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت سخت مجروح اور ناقابل اعتماد ہے۔ اس لئے ان کی عدمِ اثبات پر دلائل کا طومار باندھنے کی بجائے شیخ کے عقیدت مندوں سے صرف اتنی گزارش کرنا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی یا کسی بھی ولی، نبی اور رسول کے بارے میں تصرف واختیار کے ایسے عقیدہ کی قرآن وسنت کی مؤحدانہ سچی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں مگر افسوس ہے کہ ان اندھے عقیدت مندوں پر جو ایسی جھوٹی کرامتوں کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر بلکہ ان کے دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈال رہے ہیں اور پھر ہمیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ خود شیخ جیلانی کی تعلیمات بھی ایسے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں جنہیں انکے عقیدت مندوں نے ان کی طرف منسوب کر کے عملاً اپنا رکھا ہے۔

شیخ جیلانیؒ 'غوث' نہیں ہیں!

گذشتہ سطور میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' سمجھنا نہ صرف قرآن

وسنت کے خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے غالی عقیدت مند آپ کو غوث کہنے ہی پر مصر ہیں بلکہ ان عقیدت مندوں نے غوث، قطب، ابدال کے پس منظر میں دین اسلام کے متوازی ایک الگ دین وضع کر رکھا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تھام رکھا ہے۔ (اصطلاحات الصوفیہ للکاشانی: ص ۵۸) علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیا ہیں جنہوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔ ('معجم الفاظ الصوفیہ' از ڈاکٹر شرقاوی: ص ۲۲)

چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجبا' کہا جاتا ہے۔ (اصطلاحاتِ کاشانی: ص ۱۱۴) تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۶) ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطبِ اکبر یا غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جبکہ دنیا میں جو آفت و مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیا سے ہو کر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

مندرجہ بالا گمراہانہ عقائد ونظریات اسلام میں کیسے آئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل کے لئے مجموع الفتاویٰ (۱۱/۱۶۷، ۴۳۳، ۴۳۸ اور ۲۷/۱۰۳) وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے جہاں اس عقیدے کو شیخ ابن تیمیہؒ نے کفر وشرک سے تعبیر کیا ہے۔ علاوہ ازیں راقم بھی اپنے ایک مضمون التوسل والوسیلة مطبوعہ 'محدث' لاہور (ج ۳۴/ عدد ۱۲: ص ۲۴ تا ۳۶) میں غوث وابدال والی روایات کی کمزوری واضح کر چکا ہے۔ تاہم اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی جنہیں غوثِ اعظم کہا جاتا ہے، نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزار دی، ان کا مولد و مدفن بھی بغداد ہی ہے تو پھر جب غوث کی شرائط ان پر منطبق نہیں ہوتیں تو انہیں غوثِ اعظم کہنا چہ معنی دارد؟ علاوہ ازیں یہاں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شیخ جیلانی کے بعد آج تک کون کون سے غوث دنیا میں گزرے ہیں؟ اور اس وقت مکہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب اس عقیدہ کا پرچار کرنے والوں کے

پاس بھی نہیں ہے......!

یہاں ہم ایک اور دلخراش حقیت کی بھی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ شیخ جیلانی جن کے بارے میں یہ جھوٹے دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے مریدوں کی دستگیری فرماتے اور دنیا سے مصائب و آفات رفع کرتے ہیں، کی اپنی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات کے چند ہی سال بعد ناصر الدین کے وزیر ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی نے آپ کے مکان (روضہ) کو مسمار کر کے آپ کی اولاد کو دربدر کردیا حتیٰ کہ آپ کی قبر تک کھود ڈالی اور آپ کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ "یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔" تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شذرات الذہب (۳۱۴،۳۱۳/۴)، النجوم الزاہرۃ (۱۴۲/۶) الزیل علی الروضتین لابی شامہ (ص ۱۲) خود شیخ کے عقیدت مندوں نے بھی اس واقعہ کو نقل کر کے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھیئے: قلائد الجواہر (ص ۲۶۰) اور غوث الثقلین (ص ۲۰۳)۔

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک تو یہ کہ شیخ جیلانیؒ کو کائنات میں تصرف کی قدرت نہیں تھی۔ ورنہ آپ اپنی قبر اور لاش کی اس طرح بے حرمتی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بروقت اس کا انسداد کرتے۔

② آپ قبر میں زندہ نہیں تھے۔

③ آپ کی بوسیدہ ہڈیاں دریائے دجلہ میں بہا دی گئیں، اس لئے اب بغداد میں آپ کے نام کا جو مزار ہے وہ محض فرضی قبر ہے۔

لیکن افسوس ان اندھے عقیدت مندوں پر جنھوں نے اس سے نصیحت حاصل کرنے کے برعکس شیخ کی قبر پر آج بھی یہ شرکیہ شعر رقم کر رکھے ہیں کہ

با دو شاہی ہار دو عالم	شیخ عبد القادر ہست
سرورِ اولاد آدم	شیخ عبد القادر ہست
آف تاب و ماہ تاب و	عرش و کرسی و قلم
زیرِ پائی شیخ	عبد القادر ہست

”دونوں جہانوں کے بادشاہ شیخ عبد القادر ہیں، بنی آدم کے سردار شیخ عبد القادر ہیں، شمس وقمر، عرش، کرسی اور قلم (یہ سب) شیخ عبدالقادر کے پاؤں تلے ہیں“۔ نعوذ باللہ من ذلک

علاوہ ازیں اگر شیخ جیلانی واقعی غوث تھے تو پھر انہوں نے سقوطِ بغداد کے موقع پر امریکی فوج کے خلاف مظلوم عراقی مسلمانوں کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بمباری سے شیخ خود اپنے فرضی مزار کو بھی نہ بچا سکے تو پھر آپ دوسروں کی مدد کے لئے کیسے آسکتے ہیں؟

❷ یا عبد القادر شیئا للہ اور صلاۃِ غوثیہ کی حقیقت

یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے جو بعض عقیدت مندوں نے پیدا کر رکھی ہے کہ خود شیخ جیلانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ مشکلات کے وقت مجھے پکارا کرو میں زندگی میں بھی اور بعد از حیات بھی تا قیامت تمہاری سنتا اور مدد کرتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ کی طرف جو جھوٹی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، ان میں سے بطورِ نمونہ ایک جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

”شیخ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہے یا مجھ کو پکارے تو میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جو کوئی میرے توسل سے خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ جو کوئی دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یعنی 'قل ہو اللہ احد' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور مجھ پر بھی سلام بھیجے اور اس وقت اپنی حاجت کا نام بھی لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ دس پانچ قدم جانب مشرق میرے مزار کی طرف چل کر میرا نام لے اور اپنی حاجت کو بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دو شعروں کو بھی پڑھے:

(ترجمہ اشعار: ”کیا مجھ کو کچھ تنگدستی پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہوسکتا ہے جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔ بھیڑ کے محاذ پر خصوصاً جبکہ وہ میرا مددگار ہو، ننگ و ناموس کی بات ہے کہ بیابان میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے۔)“ (قلائد الجواہر، مترجم: ص۱۹۲)، بهجة الأسرار میں ہے کہ

”پھر عراق (بغداد) کی سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے۔“ (ص۱۰۲)

نقد وتبصرہ

① اوّل تو یہ واقعہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

② اگر بالفرض شیخ نے یہ بات خود فرمائی بھی ہوتو تب بھی اس پر عمل اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔

③ فی الحقیقت یہ بات خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ شیخ تو یہ فرماتے ہیں کہ

"اَخلصوا ولا تشرکوا وَحّدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا سلوه ولا تسئلوا غیره استعینوا به ولا تستیعنوا بغیره توکلوا علیه ولا تتوکلوا علی غیره"

''اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو۔ اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو، اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو، اسی پر توکل واعتماد کرو اور کسی پر توکل نہ کرو۔'' (الفتح الربانی: مجلس ۴۸ ص ۱۵۱)

❸ شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں

گیارہویں کی حقیقت واصلیت واضح کرنے سے پہلے سردست یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ 'گیارہویں' کسے کہتے ہیں؟ ضیاء اللہ قادری لکھتے ہیں کہ

''گیارہویں شریف درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطبِ ربانی غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پرفتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔'' (غوث الثقلین: ص ۲۱۷)

اسی طرح خلیل احمد رانا 'گیارہویں کیا ہے؟' میں لکھتے ہیں کہ

''موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام 'گیارہویں شریف' کا بھی آتا ہے۔ حضور غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہویں تاریخ کو مسلمان اکیلے یا اکٹھے ہوکر آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام 'گیارہویں' مشہور ہوگیا ہے۔'' (ص:۴)

اس کے علاوہ بھی اس کے کئی پس منظر بیان کیے جاتے ہیں بہرحال مذکورہ اقتباسات

سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ گیارہویں شیخ جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے منائی جاتی ہے۔ تاہم عوام اسے محض ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی آگے شیخ کو غوثِ اعظم، مختارِ کل، مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے آپ کے نام کی نذر و نیاز کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اور بالخصوص ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو بھی ایک عرصہ سے اب اس کا اہتمام کیا جارہا ہے اور اسے چھوٹی گیارہویں سے جبکہ سالانہ گیارہویں کو بڑی گیارہویں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

گیارہویں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا نذر و نیاز کے لئے بہردوصورت شرعی اعتبار سے اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہے:

نذر ونیاز کی نیت سے گیارہویں

نذر بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ 'منت' اور فارسی میں 'نیاز' کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کی وہ قسم ہے ''جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے۔'' (فیروز اللغات: ص ۶۷۹) جیسا کہ مولانا وحید الزمان قاسمی رقم طراز ہیں کہ

''نذر، منت وہ صدقہ یا عبادت وغیرہ جو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کیا جائے اور اپنے مقصد کی تکمیل پر اسے ادا اور پورا کیا جائے۔'' (القاموس الوحید: ص ۱۶۳)

اور اس بات میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ عبادت خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو (زبانی، مالی، بدنی)، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں اور نذر و نیاز کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو یہ طریقہ سکھایا:

﴿فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾ (مریم:۲۶)

''تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے کہ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔''

علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر کا تذکرہ بھی قرآنِ مجید نے اس طرح کیا ہے: ﴿رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ﴾ (آلِ عمران:......؟)

''اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی

نذر مان رکھی ہے لہٰذا تو میری طرف سے (یہ) قبول فرما۔“

معلوم ہوا کہ نذر و نیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ کفارِ مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المائدۃ:۱۰۳، الانعام:۱۳۶) جبکہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا کہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایک مکھی کا چڑھاوا و نذرانہ پیش کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء:۱/۲۰۳) مگر افسوس ان لوگوں پر جو بکروں کے بکرے اور دیگوں کی دیگیں غیر اللہ کی نذر کرنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہنم کچھ نہ کہے گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام فقہا نے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: الردّ المحتار علی الدر المختار:۲/۱۲۸، البحر الرائق:۲/۲۹۸، فتاویٰ عالمگیری:۱/۲۱۶

ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف

مُردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی بعض صورتیں اگرچہ قرآن و سنت کی رو سے جائز ہیں مگر ان میں گیارہویں کسی طرح بھی داخل نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل کے لئے ہم غیر جانبدارانہ طور پر ایصالِ ثواب کی ان تمام صورتوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں جن کا جواز قرآن و حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے البتہ بغرضِ اختصار ہم عبارتوں کی بجائے محض حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔

① دعا: کوئی بھی مسلمان جو توحید و ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جا سکتی ہے۔ دلائل کے لئے دیکھئے: الحشر:۱۰، التوبہ:۱۱۳ اور مسند احمد:۲/۹۲، ۲۲۱، ۲۵۲، بخاری:۱۳۲۷، مسلم:۹۷۴، موطأ:۱/۲۰۸

② صدقہ جاریہ: صدقہ جاریہ سے مراد وہ نیک کام ہیں جن کا ثواب آدمی کو وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور حدیثِ نبوی کے مطابق اس کی تین صورتیں ہیں:

① محض صدقہ جاریہ یعنی اللہ کی راہ میں کسی چیز (گھر، ہسپتال، سبیل وغیرہ) کو وقف کر دینا

② نیک اولاد (اولاد کے نیک عمل کا ثواب قدرتی طور پر موحد والدین کو بھی پہنچتا رہے گا)

③ نفع بخش علم (خواہ شاگردوں کی صورت میں ہو یا کتابوں اور مدرسہ وغیرہ کی شکل میں)

دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: یٰسین: ۱۲ اور مسلم: ۱۶۳۱، ترمذی: ۱۳۸۱، ابوداؤد: ۲۸۸۰، نسائی: ۳۶۵۳، ابن ماجہ: ۲۴۱، مسند احمد: ۳۷۲/۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۸/۲، الترغیب والترھیب: ۱۰۰/۱...... اسی طرح جہاد میں پہرہ دینے والے کو مرنے کے بعد بھی تا قیامت اس عمل کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ دیکھئے: مسلم: ۱۹۱۳، ابوداؤد: ۲۵۰۰، ترمذی: ۱۶۲۱، حاکم: ۱۴۴/۲

③ **میت کی طرف سے صدقہ:** اگر میت کی اولاد انکی وفات کے بعد ان کی طرف سے صدقہ کرے تو فوت شدہ والدین کو اسکا ثواب پہنچتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری: ۲۷۶۰، مسلم: ۱۰۰۴، ابوداود: ۲۸۸۱، نسائی: ۳۶۵۱، ترمذی: ۶۶۹، ابن ماجہ: ۲۷۱۷، احمد: ۵۱/۲، بیہقی: ۲۷۸/۶

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے حوالہ سے یہ واضح رہے کہ صرف اولاد ہی اپنے والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کرسکتی ہے۔ البتہ دیگر افراد کے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار: ۱۰۵/۳)

④ **میت کی طرف سے حج کرنا:** میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو میت کا یہ فرض ادا ہوجاتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری: ۱۸۵۲، نسائی: ۲۶۳۱، احمد: ۲۳۹/۱، ۲۷۹

⑤ **میت کی طرف سے روزوں کی ادائیگی:** اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے رہ جائیں تو اس کے اولیا اس کی طرف سے یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اولیا کے علاوہ دیگر افراد کے لئے ایسا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ حوالہ جات کے لئے دیکھئے: بخاری: ۱۹۵۲، مسلم: ۱۱۴۷، ابوداؤد: ۲۴۰۰، احمد: ۶۹/۶، بیہقی: ۲۵۵/۵، ۲۵۶

واضح رہے کہ میت کے متروکہ فرضی (یعنی رمضان کے) روزے رکھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض تو نذر کی طرح اس کے بھی جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صرف نذر کے روزے جائز ہیں تاہم میت کے متروکہ رمضان کے روزوں کی جگہ فدیہ ادا کیا جائے مگر یہ روزے نہ رکھے جائیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب السنن:۳/۸۲،۲/۲۸۹

⑥ میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی: میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی بھی دوسرا شخص میت کا یہ قرض ادا کرسکتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد:۳/۳۳۰، حاکم:۲/۵۸، بیہقی:۶/۷۴

مندرجہ بالا سطور میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ تمام صورتیں ذکر کردی گئی ہیں جن کا فائدہ کسی نہ کسی طرح میت کو پہنچتا ہے، البتہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے دیگر طریقے مثلاً قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی اور گیارہویں وغیرہ سب بدعتی اُمور ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا گیارہویں سمیت ان تمام امور سے از بس اجتناب ضروری ہے۔

④ سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت

صوفیا نے عبادت وریاضت اور تقرب الٰہی کے لئے کچھ سلسلے وضع کر رکھے ہیں جن میں چار سلسلے خصوصی طور پر معروف ہوئے:

① سلسلہ قادریہ: یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔

② سلسلہ سہروردیہ: یہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔

③ سلسلہ چشتیہ: یہ خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے۔

④ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ: یہ بہاؤ الدین محمد نقشبندی کی طرف منسوب ہے۔

پہلے کے سوا باقی تینوں سلسلوں کو سلسلۂ قادریہ کا مرہونِ منت قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان تینوں سلسلوں کے بانی شیخ جیلانی ہی تھے۔ اور ویسے بھی شیخ کے بارے میں ایسی جھوٹی باتیں منسوب ہیں کہ شیخ تمام ولیوں کے سردار تھے۔ بلکہ شیخ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ "قدمّي هذه علی رقبة کل ولي الله" "میرا پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ شیخ کو خود آنحضرتؐ نے 'خرقہ'

(صوفیا کا مخصوص زاہدانہ لباس) پہنا کر اس عالی شان مقامِ ولایت پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ حضرت خضر سمیت تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام بھی آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں **بهجة الأسرار** اور **قلائد الجواهر** جیسی اُن غیر معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن کی استنادی حیثیت ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔ تاہم دورِ حاضر میں عملی طور پر ان سلاسل سے وابستہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کسی سلسلہ میں داخل ہوئے بغیر اور کسی پیرومرشد کو پکڑے بغیر نجات مشکل ہے اور بیعت کر کے کسی سلسلہ میں محض داخل ہو جانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سلسلوں میں داخل کرنے والے اب خود ہی ایسے گمراہانہ عقائد کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ......! بلکہ وہ اپنے مریدوں کو بھی اس طرح کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآن وسنت کے صریح مخالف ہے۔ حتیٰ کہ بعض نام نہاد پیرو مشائخ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر تم اپنے شیخ کو خلافِ شرع حالت میں بھی دیکھو تو شیخ کے بارے میں بدگمانی کی بجائے یہی سمجھو کہ تمہیں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے......!!

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مابعد کے اَدوار میں جب ایسے سلسلوں کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی۔ اس دور میں سرکاری طور پر اسلام نافذ العمل تھا، جہاد جاری تھا اور کفر وشرک ہر طرف سرنگوں تھا، البتہ روحانی طور پر مسلمانوں میں کمیاں، کوتاہیاں پائی جاتی تھیں اور زہد وتقویٰ کی بجائے عیش وعشرت اور خواہش پرستی کی وبا چہار سو پھیلتی جا رہی تھی جس کے آگے بند باندھنے اور روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے اولیا نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ تزکیۂ نفس اور تعلیم وتربیت کے ادارے قائم کئے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق زہد وتقویٰ کے دیے جلائے۔ اُس دور میں شیخ جیلانی سمیت اکثر وبیشتر زہاد وصوفیا کے کم از کم عقائد درست رہے تاہم عملی طور پر بعض مسائل میں یہ بھی غلو اور افراط کا شکار ہوتے گئے۔ جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اولیاء ومشائخ کے پاس ہر شخص کا حاضر ہو کر 'سلوک' کی منزلیں طے کرنا فرض ہے جیسا کہ شیخ جیلانی خود رقم طراز ہیں کہ

”فلابد لكل مريد الله عزوجل من شيخ“(الغنية:۲/۲۸۱)

”ہر مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک شیخ (پیر) لازم پکڑے۔“

پھر جب مرید سلوک کی منازل طے کرکے شیخ و مرشد کے درجے پر پہنچ جاتا تو اسے ایک مخصوص قسم کا موٹا لباس جسے 'خرقہ' کہا جاتا، پہنا دیا جاتا اور یہ اس بات کی علامت سمجھا جاتا کہ اب یہ شخص مریدوں کی تربیت کرنے کے لائق ہوچکا ہے اور اسے تزکیۂ نفس کے لئے کسی اور علاقے میں بھیج دیا جاتا۔ یہ طریقہ چونکہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں تھا، اس لئے ائمہ محققین نے اس کی بھرپور تردید کی۔ بطورِ مثال شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رقم طراز ہیں کہ

”وأما لباس الخرقة التي يلبسها بعض المشائخ المريدين فهذه ليس لها أصل يدل عليها الدلائل المعتبرة من جهة الكتاب والسنة ولا كان المشائخ المتقدمون وأكثر المتأخرين يلبسونها المريدين“ ”مریدوں کو 'خرقہ' پہنانے کی رسم جسے بعض مشائخ ادا کرتے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ کتاب وسنت کے معتبر دلائل میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ متقدم مشائخ بلکہ اکثر متاخر مشائخ بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ متاخرین میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا تھا جو اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب سمجھتا تھا......“

پھر شیخ الاسلام اس ضمن میں پیش کئے جانے والے دلائل کی کمزوری واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”رہی یہ بات کہ کوئی گروہ اپنے آپ کو کسی خاص شخص کی طرف منسوب کرے، تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایمان وقرآن سیکھنے کے لئے لوگ یقیناً ان علما کے محتاج ہیں جو انہیں اس کی تعلیم دیں مثلاً جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پھر صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ علاوہ ازیں جس طرح کسی عالم سے کوئی شخص قرآنِ مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس سے ظاہر وباطن (تزکیۂ نفس) کی بھی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی عالم (شیخ، ولی، پیر وغیرہ) کو متعین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ لازماً اپنے آپ کو کسی متعین شیخ کی طرف منسوب کرے بلکہ ہر وہ شخص جس کے ذریعے اسے کوئی دینی فائدہ پہنچے، وہ اس فائدہ پہنچانے میں اس کا شیخ ہی ہے۔ بلکہ اگر کسی فوت شدہ انسان کا کوئی ایسا قول یا عمل اسے پہنچے جس سے

اسے دینی اعتبار سے فائدہ ہو تو وہ فوت شدہ شخص بھی اس جہت سے اس کا شیخ ہے۔ اس لئے امت کے سلف صالحین نسل درنسل خلف (بعد والوں) کے لئے شیوخ ہی متصور ہوں گے۔

اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شیخ کی طرف نسبت کرے جو صرف اپنی پیروی (بیعت) کرنے والے سے دوستی اور دوسروں (بیعت نہ کرنے والوں) سے دشمنی رکھتا ہو بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر اس شخص سے جو اہلِ ایمان ہے اور ہر اس شیخ، عالم وغیرہ جس کا زہد وتقویٰ معروف ہے، سے دوستی رکھے اور اس کے باوجود خصوصی دوستی کے لئے کسی ایک (شیخ) کو خاص نہ کرے، اِلا کہ اس کا خصوصی تقویٰ اور ایمان اس کے لئے ظاہر ہو، اور اپنی ترجیحات میں صرف اسے مقدم رکھے جسے اللہ اور اس کا رسول (یعنی قرآن وحدیث) مقدم کریں اور اسے ہی اَفضیلت دے جسے اللہ اور اس کے رسول (قرآن وحدیث) فضیلت سے نوازیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں کنبے اور قبیلے اس لیے بنا دیا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔"

اور ارشادِ نبوی ہے کہ "لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا أسود على أبيض ولا أبيض على أسود إلا بالتقوى" (مجموع الفتاویٰ: ج۱۱/ص۵۱۱،۵۱۲)

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی سیاہ کو کسی سفید پر یا کسی سفید کو کسی سیاہ پر سوائے تقویٰ کے اور (کسی لحاظ سے بھی) کوئی فضیلت ومرتبہ حاصل نہیں ہے۔"

خلاصۂ بحث

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی انتہائی متقی، دیندار، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے۔

(۲) شیخ ۴۷۱ھ (یا ۴۷۰ھ) کو بغداد کے قریب (جیلان، کیلان) میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر بھر دینی واصلاحی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۶۱ھ کو فوت ہو کر دفن ہوئے۔

(۳) غنية الطالبين، فتوح الغيب اور الفتح الرباني آپ کی تصانیف ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر کتابیں جنہیں آپ کی تصانیف میں شامل کیا جاتا ہے، انکی کوئی دلیل نہیں۔

(۴) شیخ عقائد ونظریات کے حوالہ سے صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔

(۵) شیخ نے اپنے متبعین کو طریقت و باطنیت کی بجائے قرآن و سنت پر مبنی شریعت کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔

(۶) شیخ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے مگر قرآن وسنت کے خلاف امام کی رائے پر ڈٹے رہنے کے قائل نہ تھے۔

(۷) جن لوگوں نے شیخ کو 'حنفی' قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے محض کذب بیان سے کام لیا ہے۔

(۸) شیخ جیلانی ان معنوں میں صوفی تھے کہ آپ زاہد تھے، ورنہ صوفیا متاخر کی طرح وحدت الوجود اور حلول وغیرہ جیسے گمراہانہ عقائد آپ میں نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ایسے نظریات کی تردید کرنے والے تھے۔

(۹) بشر ہونے کے ناطے شیخ بھی بعض تفردات کا شکار ہوئے جن میں زہد وتقویٰ میں غلو ومبالغہ سرفہرست ہے۔

(۱۰) شیخ کی بہت سی کرامتیں زبان زدِ عام ہیں لیکن ان میں سے ننانوے فیصد غیر مستند اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقیدت مندوں نے وضع کر رکھا ہے۔

(۱۱) آپ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل جو اگرچہ تعلیم وتعلّم اور تزکیۂ نفس کی خاطر شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ غلط عقائد کی آمیزش سے دین وشریعت کے متوازی آگئے، سراسر محل نظر ہیں بلکہ اب تو ان میں شمولیت سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۲) شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' کہنا نہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی (معاذ اللہ) اہانت ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے۔

(۱۳) صلاۃِ غوثیہ اور یا عبد القادر شیئا للہ کہنا نہ صرف یہ کہ شیخ جیلانی کی تعلیمات سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ صریح کفر وشرک ہے!!

(۱۴) شیخ جیلانی کے نام کی گیارہویں اگر بطورِ نذر و نیاز ہو تو صریح شرک ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو واضح بدعت ہے۔